OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 5, Issue 1 (January-March 2022)

علمِ حدیث میں ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن الاعظمی کی خدمات

Contributions of Dr. Zia-ur-Rehman al-Āzmī in Ḥadīth Studies

Hafiz Abdul Qahhar
Doctoral Candidate Islamic Studies, University of Sargodha, Sargodha
Dr. Muhammad Feroz-ud-Din Shah Khagga
Assistant Professor of Islamic Studies, University of Sargodha, Sargodha

Abstract

Dr. Zia-ur-Rehman Āzmī who after acquiring knowledge devoted his entire life to the propagation of religion and performed the duty of service to religion in various ways. Being busy though did not give you much opportunity to work in the practical field of da'wah and preaching But from a scientific and theoretical point of view, the authoritative work that you have done is by no means of less importance. Explaining and inviting his followers is a special theme of some of his writings. To fulfill the purpose of this da'wah, he wrote many books in Arabic, Urdu and Hindi language. We will do our best.

Keywords: Dr. Zia-ur-Rehman Āzmī, Ḥadīth, contributions

تمہید

خدمت حدیث میں ایک نمایاں نام ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن اعظمی کا بھی ہے جنہوں نے حصول علم کے بعد دین کی نشر واشات کے لیے اپنی ساری زندگی وقف کر دی اور مختلف طریقوں سے خدمت دین کا فریضہ انجام دیا۔ درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور بحث و تحقیق میں بے انتہا مصروف رہنے کی وجہ سے اگرچہ دعوت و تبلیغ کے عملی میدان میں کام کرنے کا آپ کو زیادہ موقع نہیں مل سکا، لیکن علمی و نظری اعتبار سے آپ نے جو تصنیفی کام کیا ہے وہ کسی طرح کم اہمیت کا حامل نہیں ہے۔ اسلام کے پیغام کو عام کرنا ،دین حق کی تعلیم کو ساری انسانیت تک پہچانا اور مذاہب عالم اور ان کی کتابوں میں پائی جانے والی کمزوریوں کو واضح کر کے ان کے متبعین کو دعوت و غور وفکر دینا آپ کی بعض تصانیف کا خاص موضوع ہے۔ اسی دعوتی مقصد کو پورا کرنے کے لیے آپ

CC BY

نے عربی، اردو اور ہندی زبان میں کئی کتب تصنیف کیں۔ ذیل میں ہم خدمت حدیث پر موصوف کی تصنیفی خدمات کا مختصر خلاصہ بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔

الجامع الکامل کا تعارف

"الجامع الکامل فی الحدیث الصحیح الشامل" تاریخ اسلام کی اس پہلی عظیم کاوش کا نام ہے جس میں تمام کتب حدیث سے صحیح احادیث کو یکجا کیا گیا ہے، یہ ایک بڑی ہی کامیاب کوشش ہے۔ امت مسلمہ کی ساڑھے چودہ سو سالہ تاریخ میں فنِ حدیث کے ماہرین کم و بیش ہر دور میں رہے ہیں۔ خود ہماری اپنی صدی میں علمِ حدیث کے ماہرین اور اس کے خدام کی کوشش اس قدر عظیم رہی ہیں کہ یہ دور بھی تاریخِ اسلام کے سنہرے ادوار میں شمار کیا جائے گا۔ تاہم تمام صحیح احادیث کو ایک کتاب میں جمع کرنا ایک ایسا غیر معمولی کارنامہ ہے جو تاریخ میں پہلی بار انجام پایا۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن اعظمیؒ سے قبل کسی اور نے یہ کوشش کیوں نہیں کی؟ اس سوال کا سب سے معقول اور مناسب جواب یہ ہے: "قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا" [1] "یقیناً اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ طے کر رکھا ہے" تاہم اگر مادی اسباب کی طرف دیکھیں تو اس کی بنیادی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ماضی بعید میں اس کے امکانات بہت کم تھے۔ اس اجمال کی تفصیل جاننے کے لیے حدیث کی تدوین اور تہذیب سے متعلق کچھ بنیادی باتوں کا ہمارے علم میں ہونا ضروری ہے۔ عہد نبوی کے بعد جب صحابہ کرام مختلف صوبوں میں پھیل گئے تو ان سے احادیث نبویہ کو سن کر روایت کرنے والے راوی بھی بڑھتے گئے اور اسانید کی تعداد بھی، حتی کہ تیسری صدی کے اختتام سے لے کر جب کہ حدیث کی مشہور و متداول کتابیں لکھی گئیں، پانچویں صدی تک جب کہ تقریباً تمام حدیثیں کتابوں میں درج کرلی گئیں، صورت حال یہ تھی کہ اگر کوئی احادیث کے ذخیرے میں سے غالب حصے کا احاطہ کرنا چاہتا تو اسے لاکھوں اسانید کے ساتھ احادیث جمع کرنی ہوتی۔ امت میں ایسے عالم ضرور ہوے ہیں جنھوں نے اس معرکہ کو بھی سر کیا اور لاکھوں حدیثیں یاد کیں، یا جمع کیں۔ **'الجامع الکامل'** کی ابتدا اس خیال سے ہوی تھی کہ قرآن مجید کی طرح تمام صحیح احادیث کو بھی ایک جلد میں پیش کر دیا جائے' تاکہ ہم قرآن و سنت کو دو جلدیں میں مخاطب کے حوالے کر دیں۔ قرآن تواتر کے ساتھ امت کے اندر سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا آیا ہے اور ساتھ ہی مصاحف میں بھی لکھا جاتا یا طبع کیا جاتا رہا ہے، تاہم احادیث کا سب سے بڑا مسئلہ اس کی اسانید ہیں۔ لہٰذا اسے ایک جلد میں پیش کرنے سے پہلے بڑی محنت کرنی تھی۔ اللہ کی توفیق سے ڈاکٹر اعظمیؒ نے پہلے "الجامع الکامل" کے مرحلے کو طے کیا۔ پھر تلخیص کے مرحلہ کو۔ اب ان کی نظر اسی بنیادی سوچ پر تھی کہ حدیث رسول ﷺ کو بھی ایک جلد میں پیش کیا جاسکے۔ چناں چہ اس کے لیے ڈاکٹر اعظمیؒ نے ایک خاکہ یہ بنایا کہ صرف مرفوع احادیث میں سے تمام قولی احادیث' پھر فعلی اور تقریری احادیث میں سے ہر وہ حدیث جس میں نبی ﷺ کی زبان مبارک سے کوئی بھی ٹکڑا ارشاد ہوا ہو ان کو الگ کر لیا جائے، اور ان تمام کو ایک جلد میں ایک خاص ترتیب کے ساتھ درج کر دیا جائے۔ اس طرح کہ اگر قرآن "کلام اللہ مصحف میں محفوظ" ہے تو تمام صحیح احادیث "کلام رسول اللہ ایک جلد" میں مدون و محفوظ نظر آئیں۔ اور جب کبھی کوئی پھر سے وہی سوال کرے کہ قرآن تو ایک جلد میں ہمارے سامنے ہے اس طرح احادیث رسول بھی یکجا کہاں ملیں گی؟ تو کسی استاذ کو یہ جواب نہ دینا پڑے کہ اس کے لیے آپ کو لائبریری میں کتبِ احادیث کے ذخیرہ کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ ڈاکٹر اعظمیؒ کا خیال تھا کہ منکرینِ حدیث کا اس سے بہتر جواب نہیں ہو سکتا کہ ان کے سامنے اس طرح ایک جلد میں تمام حدیثیں پیش کر دی جائیں' اور امام شافعی نے جو فرمایا تھا:

"لا نعلم رجلا جمع السنن فلم يذهب منها عليه شيئ' فإذا جمع علم عامة أهل العلم بها أتى على السنن وإذا فرق علم كل واحد منهم ذهب عليه الشيئ منها' ثم كان ماذهب عليه منها موجودا عند غيره"[2]

"ہمیں نہیں معلوم کہ ایسا بھی کوئی شخص ہے جو تمام احادیث کا جانکار ہو، اس طرح کہ اس سے کوئی حدیث نہ چھوٹے۔ اگر کوئی تمام محدثین کے علم کو اکٹھا کر پائے تو یقیناً تمام احادیث کو جان لے گا اور اگر ہر شخص کے علم کو اس کے پاس ہی رہنے دے تو کچھ نہ کچھ ہر شخص کے پاس کمی رہے گی۔ البتہ جو حدیث ایک کے پاس نہ ہو وہ دوسرے کے پاس ضرور محفوظ ہو گی۔"

اس کے مطابق ان تمام محفوظ صحیح احادیث کو عملاً ایک جلد میں سب کے سامنے پیش کر دیا جائے۔

ڈاکٹر اعظمیؒ کا اندازہ تھا کہ جس طرح قرآن کی آیات چھے ہزار سے کچھ زائد ہیں، بالکل اسی طرح ایسی احادیث بھی قریب قریب چھے ہزار سے کچھ زائد ہوں گی۔ (تلخیص کے مقدمہ میں ڈاکٹر صاحب نے یہ تعداد پانچ سے چھ ہزار تک بتلائی ہے ڈاکٹر صاحب نے اس پروجیکٹ پر بھی کام شروع کیا تھا' بلکہ آخری عمر میں ڈاکٹر اعظمیؒ کے معاون کامران قاضی کے بقول پورا خطہ اور خاکہ تیار تھا، اور اس پر کام بھی جاری تھا، مگر عمر نے وفانہ کی۔ اللہ نے چاہا تو ڈاکٹر اعظمیؒ کے طے کردہ خاکے پر ہی کام کر کے اس پروجیکٹ کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ ایسی مثالیں تاریخ میں ہیں کہ استاذ کے شروع کیے گئے کام کو شاگردوں نے مکمل کیا ہے۔ جیسے شروحاتِ حدیث میں سے ایک "طرح التثريب شرح التقريب" ہے، جس کی ابتدا زین الدین ابوالفضل عبدالرحیم عراقیؒ (۷۲۵ھ) نے کی، مگر اسے مکمل کرنے سے پہلے انتقال فرما گئے۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند ولی الدین ابوزرعہ العراقیؒ (۷۲۶ھ) نے اس کی تکمیل کی۔ یا مدارس کے نصاب میں پڑھائی جانے والی معروف تفسیر "جلالین" ہے۔

صحیح سیرۃ المصطفیٰ ﷺ علی منہج المحدثین

یہ کتاب "الجامع الکامل" سے ماخوذ ہے جس میں سیرۃ النبی ﷺ کا پورا باب اور درود سلام سے متعلق مباحث شامل ہیں۔ نیز آخر میں ڈاکٹر اعظمیؒ نے اپنی کتاب "دراسات فی الیھودیۃ والمسیحیۃ وأدیان الھند" سے مختلف مذاہب کی مقدس کتابوں میں آپ ﷺ کے بارے میں وارد بشارتوں کو بھی شامل کر دیا ہے۔ سیرت کی کتابیں عموماً مؤرخین کے طریقے کے مطابق لکھی جاتی ہیں لیکن آپ کی یہ کتاب محدثین کے طریقے کے مطابق لکھی گئی ہے۔ سیرت نگاری کا یہ اسلوب تقریباً نو سو برس بعد اپنی نوعیت کا پہلا کام ہے۔ اگرچہ سیرت پر ہزاروں کتابیں لکھی گئی، لیکن مصنف کے بقول دو ابواب کا اضافہ کر کے اس کی اہمیت کو دوچند کر دیا گیا ہے۔

- مختلف موقعوں پر کی گئی نبی ﷺ کی پیشین گوئیاں اور واقعاتی دنیاں میں ان کی صداقت اور تحلیلی جائزہ۔
- مختلف غیر اسلامی مصادر میں رسول اللہ ﷺ کی آمد کے تذکرے۔

پھر اس میں سندوں کے ساتھ سیرت سے متعلق صحیح اور مستند چیزیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ 1419 صفحات پر مشتمل یہ ضخیم کتاب مکتبہ دارالسلام ریاض سے ڈاکٹر اعظمیؒ کی وفات کے بعد شائع ہوئی ہے۔

"ابو هريرة في ضوء مروياته" کا علمی جائزہ

پچھلی پانچ دہائیوں میں عظیم صحابی رسول سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کے حوالے سے بہت سی کتب اور مقالہ جات منظر عام پر آئے۔ ان کتب و مقالات میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کے مقام و مرتبے کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ مستشرقین اور ان سے متاثر مسلمانوں میں پیدا شدہ شبہات کا بھی رد کیا گیا ہے۔ چناچہ ڈاکٹر اعظمیؒ نے بھی اس کار خیر میں اپنا حصہ ڈالنے کے لیے کتب ستہ اور مسند احمد میں موجود سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی مرویات پر ایک مقالہ لکھا۔ یہ مقالہ جامعہ ملک عبدالعزیز میں ایم فل کی ڈگری کے حصول کے لیے پیش کیا گیا۔ جو کہ سات سو صفحات پر مشتمل تھا۔ اس کے بعد ڈاکٹر اعظمیؒ نے 1333ھ میں اس کا خلاصہ 385 صفحات پر مشتمل "**ابوہریرہ اپنی مرویات کی روشنی میں**" کے نام سے شائع کیا۔ جو کہ مصر سے مکتبہ "دار الکتاب المصری" اور لبنان سے مکتبہ "دار الکتاب" نے شائع کیا۔ اس موضوع کو اختیار کرنے کی وجہ یہ تھی کہ مستشرقین اور مغرب زدہ لوگوں نے اسلام کی صاف ستھری تصویر کو مسخ کرنے کے لیے شریعت کے مراجع قرآن و سنت کو ہدف بنایا۔ قرآن میں میں لفظی تحریف کرنا نا ممکن تھا، اس لئے معنوی تحریف کرنے کی کوشش کی، اور قرآن کی بعض آیتوں میں تعارض کا دعویٰ کیا، مگر علماء شریعت نے اس کا مسکت جواب دیا۔ جب دیکھا کہ قرآن میں تحریف ممکن نہیں تو پھر احادیث کی طرف متوجہ ہوے اور تحقیق کے نام پر مختلف قسم کے شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کی۔

(1) کبھی کہا کہ سنت کے معنے عادت کے ہوتے ہیں، تو عاداتِ جاہلیہ میں سے، جسے اسلامی شریعت میں باقی رکھا گیا ہے، اسے سنت کا نام دیا گیا ہے، اس وجہ سے سنت بذاتِ خود کوئی مستقل دلیل اور مرجع نہیں ہے۔

(2) اور کبھی کہا کے احادیث کی تدوین دو سو سال کے بعد ہوئی ہے جس کی وجہ سے اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا،

(3) اور کبھی احادیث کو نقل کرنے والے صحابہ پر کیچڑ اچھالا، اور انہیں تنقید کا نشانہ بنایا۔ چوں کہ سب سے زیادہ حدیث روایت کرنے والے صحابی رسول ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، اس لیے ان پر مختلف قسم کے اعتراضات کیے گئے۔[3]

ڈاکٹر اعظمیؒ نے کتاب کا اصل شروع کرنے سے پہلے مقدمہ میں دو فصلیں قائم کیں ہیں۔

پہلی فصل: پہلی فصل میں تفصیلی بحث اس پر کی ہے کہ شریعت میں سنت کا مقام کیا ہے۔ اس کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ جرمن مستشرق جوزف شاخت (1969-1902)، یہودی مستشرق گولڈ زہیر (1921-1850) اور اس طرح کے لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ سنت کی حجیت دو صدیوں تک ہی مسلم تھی۔ سب سے پہلے سنت کو حجیت کا درجہ اور مقام دینے والے امام شافعیؒ تھے۔ مؤلف نے قرآن و سنت اور اقوالِ ائمہ کے ذریعے یہ ثابت کیا ہے کہ سنت کی حجیت رسول اللہ ﷺ کی بعث کے وقت سے ہی قائم ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ۔[4]

ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا تاکہ آپ لوگوں پر ان ہدایات کو اچھی طرح واضح کردیں، جو ان کی طرف بھیجی گئی ہیں۔

اور اس سلسلے میں کسی عالم کا کوئی اختلاف نہیں۔ چناں چہ ائمہ اربعہ میں سے امام شافعیؒ سے پہلے امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ گزرے ہیں۔ دونوں کی رائے تفصیل سے نقل کی ہے کہ وہ سنت کی حجیت کو تسلیم کرتے تھے۔ بعض مسائل میں ان کی رائے سنت کے خلاف ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ سنت کو حجت نہیں مانتے تھے، بلکہ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ حدیث ان تک پہنچی ہی

نہیں، یا پہنچی مگر انہوں نے اس حدیث کو کسی آیت سے متعارض سمجھا اور آیت کو ترجیح دی، یا اس طرح کی کوئی اور بات رہی۔ لیکن کسی بھی عالم سے یہ بات ثابت نہیں کہ انہوں نے سنت کی حجیت سے انکار کیا ہو۔[5]

دوسری فصل: دوسری فصل میں ڈاکٹر اعظمیؒ نے صحابی کی تعریف وغیرہ پر بحث کی ہے کہ صحیح رائے کے مطابق صحابی ان کو کہتے ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو حالت ایمان میں دیکھا اور حالتِ ایمان ہی میں ان کی وفات ہوی۔ رؤیت کا اعتبار سن تمیز کے بعد ہو گا۔ اگر سن تمیز سے پہلے دیکھا ہو تو اس اعتبار سے کہ رسول اللہ ﷺ نے چوں کہ انہیں دیکھا ہے، اس لئے وہ صحابی کہلائیں گے، مگر روایات کے اعتبار سے اس کا شمار تابعی میں ہو گا۔ جیسے محمد بن ابو بکر صدیق۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر تین مہینہ اور کچھ دن کی تھی، تو اس اعتبار سے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھا ہے، اس لیے انہیں صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے، مگر روایتِ حدیث کے اعتبار سے تابعی شمار کیے جائیں گے۔ صحابی کی تعریف کے بعد طبقاتِ صحابہ کے سلسلے میں امام حاکم کی رائے کو ترجیح دیتے ہوے بارہ طبقات کا ذکر کیا ہے، اور یہ بتایا ہے کہ ان میں سب سے افضل ابو بکر رضی اللہ عنہ اور پھر عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس پر اہل سنت کا اتفاق ہے۔ پھر صحابہ کی تعداد کے سلسلے میں بتایا ہے کہ صحابہ کی تعداد یقین کے ساتھ متعین کرنا مشکل ہے، اس لیے کہ اس زمانے میں کوئی رجسٹر نہیں تھا جس میں اسلام لانے والوں کے نام درج کیے جاتے۔ غزوات اور فتوحات وغیرہ سے متعلق بعض احادیث و آثار سے اہل علم نے ان کی تعداد کا اندازہ لگایا ہے، جیسے صحیح مسلم کی روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ sرسول اللہ ﷺ دس رمضان کو مدینہ سے نکلے۔ آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام بھی روزے سے تھے۔ جب مقام کدید پر پہنچے تو آپ ﷺ نے روزہ چھوڑ دیا، اور سفر جاری رکھا۔ اس وقت صحابہ کی تعداد دس ہزار تھی۔ یہ فتح مکہ کا واقعہ ہے۔ اس طرح امام ابن الجوزیؒ نے **"تلقيح فهوم اهل الأثر"** میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے ابوزرعہ رازی سے پوچھا کہ کیا ایسی بات نہیں کیا رسول اللہ ﷺ کی حدیث چار ہزار ہیں؟ ابوزرعہ نے کہا: کس نے ایسی بات کہی ہے؟ اللہ اس کے دانت توڑ دے۔ یہ زندیقوں کا کلام ہے۔ حدیث رسول کا شمار کس نے کیا ہے؟ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوی تو اس وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ تھے، جنھوں نے آپ سے سنا اور روایت کی۔ پھر پوچھا گیا: ابوزرعہ! یہ لوگ کہاں تھے اور کیسے سنا؟ کہا: اہل مدینہ، اہل مکہ اور ان دونوں کے درمیان رہنے والے، اور دیہات میں رہنے والے، اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک تھے۔[6]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفاع میں اختیار کردہ منہج

ڈاکٹر اعظمیؒ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دفاع کرتے ہوئے اپنی تحقیق میں ایسا منہج اور اسلوب اختیار کیا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احادیث کے دیگر صحابہ کی احادیث سے شواہد تلاش کیے۔ کیونکہ یہ شواہد ان تمام اشکالات کو ختم کر دیتے ہیں جو مغرب زدہ لوگو اور دیگر گمراہ لوگوں نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات کا انکار کرنے کیلئے پیش کیے ہیں۔ کیونکہ جب ایک حدیث کئی صحابہ سے مروی ہے تو تمام صحابہ کی تکذیب ان گمراہوں کے لئے مشکل کام ہو گا صحابہ کرام انبیاء کے بعد اس روئے زمین پر انسانوں میں سے افضل ترین لوگ ہیں کیونکہ ان لوگوں کو اللہ تعالی نے نبی ﷺ کی صحبت کے لیے پسند فرمایا ہے۔ ان کی تکذیب کا مطلب زمین پر موجود ہر چیز کی تکذیب ہے۔ اس لیے ڈاکٹر اعظمی رحمہ اللہ نے اپنی تحقیق میں اس پہلو کو اختیار کیا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات کے دیگر صحابہ سے شواہد جمع کیے جائیں کیونکہ بعض اوقات ان شواہد کی تعداد پچیس تک پہنچ جاتی ہے۔ یعنی ایک حدیث جسے حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں اسی حدیث کے شواہد

دیگر صحابہ کی روایات میں بھی موجود ہیں اور ان روایات کی تعداد چوبیس بنتی ہے ابوہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ کی بیان کردہ روایت کو نکال کر۔ اس کے بعد حضرت ابوہریرہ کی وہ روایات جو انہوں نے منفرد بیان کی ہیں ان کی ممکنہ تعداد خود بخود واضح ہو جاتی ہے۔ اس حوالے سے معلوم رہے کہ محدثین کے ہاں عام ثقہ راوی کی روایت قبول ہوتی ہے چاہے وہ اکیلا ہی کیوں نہ ہو تو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی منفرد روایات کو قبول کرنے میں بھی کوئی امر مانع نہیں ہے۔ ڈاکٹر اعظمیؒ نے جب مسند احمد اور کتب ستہ میں صحیح وضعیف ملا کر حضرت ابوہریرہ کی منفرد روایات کی تعداد نکالی تو ہ تعداد تین سو سے متجاوز نہ تھی اور جیسے جیسے تحقیق جاری رہی تو مزید حقائق منکشف ہوتے رہے کیونکہ ایک اچھی علمی تحقیق کی کوئی حد نہیں ہوتی اور ان علمی حقائق میں سے یہ بھی ہے کہ دوران تحقیق سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کا باقی صحابہ سے یہ امتیاز بھی واضح ہوا کہ تمام صحابہ کرام کا علم ابوہریرہ کے پاس محفوظ ہے امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ان پہ صادق آتا ہے کہ وہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے حافظ ہیں۔[7]

"اقضیۃ الرسولﷺ" کا تعارف و منہج

کسی بھی قوم کی تعمیر و ترقی کے میں عدل و انصاف بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کے ذریعے مظلوم کی نصرت اور ظالم کا قلع قمع فیصلوں کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ ان فیصلوں کے ذریعے حقوق کو ان کے مستحقین تک پہنچایا جاتا ہے تاکہ معاشرے کے ہر فرد کی جان ومال، عزت و حرمت کی حفاظت کی جاسکے۔ یہی وجہ ہے اسلام نے "قضاء" یعنی قیام عدل کا انتہادرجہ اہتمام کیا ہے۔ نبی ﷺ کو اللہ تعالی نے لوگوں میں فیصلہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ مسلمانوں کے لئے دین و دنیا کے تمام امور میں مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کی تنہا ذات میں حاکم، قائد، مربی، مرشد اور منصف اعلی کی تمام خصوصیات جمع تھیں۔ جو لوگ آپ ﷺ کے فیصلے پر راضی نہیں ہوئے تو اللہ رب العالمین نے قرآن کریم میں ان کے لیے سنگین وعید نازل فرمائی ہے۔ اور اپنی ذات کی قسم کھا کر کہاں ہے کے جو آپ ﷺ کے فیصلے کو تسلیم نہ کرے گا وہ دین اسلام سے خارج قرار دیا جائے گا۔ نبی ﷺ کے بعد خلفاء راشدین سیاسی قیادت، عسکری سپہ سالاری اور دیگر ذمہ داریوں کے ساتھ منصف و قاضی کے مناصب پر فائز رہے اور خلفائے راشدین نے اپنے دور خلافت میں دور دراز شہروں میں متعدد قاضی بنا کر بھیجے۔ ائمہ محدثین نے نبی ﷺ اور صحابہ کرام کے فیصلہ جات کو کتب حدیث میں نقل کیا ہے۔ اور کئی اہل علم نے اس سلسلے میں کتابیں بھی تصنیف کیں۔ پاکستان سے ایک کتاب "الموسوعة القضائیہ " جس کا مکمل نام "الموسوعہ القضائیہ من موسوعہ ا لاحکام الصادرہ من المحاکم الاسلامیہ " ہے یہ موسۃ فلاح لاہور کے تحت تیار کیا گیا اس میں آپ ﷺ کے فیصلوں کی جزئیات کو ایک ایک واقعہ کی شکل میں مرتب کیا گیا ہے اس میں کل 349 آپ ﷺ کے فیصلے جمع کیے گئے ہیں اس کے متون کو موسۃ فلاح فاونڈیشن کی لجنۃ نے تیار کیا ہے۔ زیر بحث کتاب امام ابوعبداللہ محمد بن فرج المالکی کی نبی ﷺ کے فیصلے پر مشتمل "اقضیۃ الرسول ﷺ" ہے۔ یہ کتاب ان فیصلوں اور محاکمات پر مشتمل ہے جو نبی ﷺ نے اپنے تیس (23) سالہ دور نبوت میں مختلف مواقع پر صادر فرمائے۔ یہ کتاب ڈاکٹر ضیاء الرحمن اعظمیؒ کی تحقیق سے شائع ہوئی۔ اس سے پہلے یہ کتاب نایاب تھی۔ اس کے چند نسخے دنیا کی مختلف لائبریری میں موجود تھے۔ لیکن ڈاکٹر ضیاء الرحمن اعظمیؒ اپنی گراں قدر تحقیق سے اس کتاب کو ایک نئی زندگی بخشی۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن فرج المالکی ابن الطلاع کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ آپ پانچویں صدی ہجری کے آغاز میں ۴۰۴ھ میں پیدا ہوئے اور علم و تحقیق کے میدان میں غیر معمولی خدمات انجام دیں۔ ان کی وفات ۴۹۷ھ میں ہوئی۔ محدث ابن الطلاعؒ نے نبی

کریم ﷺ کے احکام و قضایا کو مختلف موضوعات "کتاب الحدود، کتاب الجهاد، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب البیوع، کتاب الاقضیۃ، کتاب الوصایا، احکام النبی ﷺ فی معان مختلفۃ اور سیرۃ الرسول ﷺ" کے تحت جمع کیا، جو حدیث کی معتمد علیہ کتابوں میں جگہ جگہ بکھرے ہوئے تھے۔ اس اعتبار سے آپؒ نے اسلامی قوانین و احکام کا ایک نہایت گراں قدر مجموعہ تیار کر دیا۔ اس عظیم الشان کتاب کے جو چند قلمی نسخے قدیم رسم الخط میں دنیا کی دور دراز لائبریریوں میں موجود تھے، ان سے استفادہ کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر ڈاکٹر اعظمیؒ نے اسے اپنی تحقیق کا موضوع بنایا اور اس پر جامعہ ازہر سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اس کتاب کا اصل نسخہ کہاں اور کس شکل میں تھا، کس قدر گم نامی کی شکل اختیار کیا ہوا تھا، اور آپؒ نے اسے کیسے حاصل کیا؟ ان سب باتوں کو جاننے کے لیے کتاب کے مفصل مقدمہ کا مطالعہ ناگزیر ہے، جو ایک تمہید اور چار فصلوں پر مشتمل ہے۔ تمہید میں آپ نے محدثین کی ان کاوشوں کا تذکرہ کیا ہے جو انھوں نے مختلف عناوین کے تحت احادیثِ رسول کی جمع و تدوین کے سلسلے میں کی ہیں۔ اسی طرح تحقیق کے لیے موضوع کے انتخاب کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر صاحب رقم طراز ہیں:

> محدثین نے نبی ﷺ کے فیصلوں کے موضوع پر ایسی کوئی مستقل کتاب مرتب نہیں کی، جس سے عہد رسالت میں فیصلوں کی نوعیت و کیفیت کا پتا چلتا ہو اور اسلام کے نظامِ عدل و انصاف کی خوبیاں اجاگر ہوتی ہوں۔ البتہ دو جلیل القدر علماء نے اس موضوع پر کام کیا ہے۔ ایک مشہور فقیہ شیخ ظہیر الدین مرغیانی، دوسرے شیخ امام ابو عبداللہ ابن الطلاع قرطبی۔ علامہ مرغیانی کی کتاب نایاب تھی، البتہ ابن الطلاع کی تصنیف باقی تھی جسے قاہرہ کے شیخ عیسیٰ البابی نے 1464ھ میں شائع کیا تھا۔ مگر اس کا کوئی مقدمہ نہیں لکھا گیا، جس سے پتا چلتا کہ اس کی طباعت میں کس نسخے پر اعتماد کیا گیا ہے۔"[8]

عرصۂ دراز تک یہ کتاب اسی حالت میں رہی۔ نہ اس کے متن کی تحقیق کی گئی، نہ اس کی احادیث کی تخریج کی گئی، نہ اس میں مذکور فقہی مسائل کے بارے میں ائمہ کے اختلافات اور ان کے دلائل کا جائزہ لیا گیا، نہ رسول اکرم ﷺ کے ان فیصلوں کو شامل کیا گیا جن کا ذکر مؤلف اپنی اس کتاب میں نہیں کر سکے، نہ اس پر ایسا مفصل مقدمہ لکھا گیا جس میں وضاحت سے بیان کیا جاتا کہ اسلام میں قضا کی اہمیت، اس کی شرائط اور اس کی کیفیت و نوعیت کیا ہے، اور جس دور میں مؤلف نے زندگی گزاری ہے اس میں اندلس کی سیاسی اور علمی حالت کیسی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اس مقدمہ میں مؤلف کا مکمل تعارف ہوتا اور دنیا کی مختلف لائبریریوں میں کتاب کے جو قلمی نسخے پائے جاتے ہیں ان کا موازنہ کر کے متن کی صحت اور اصل موضوع سے متعلق دوسری چیزوں کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کیا جاتا، تاکہ یہ کتاب ایسی مناسب شکل میں سامنے آتی کہ علماء طلبہ اور محققین اسے دیکھ کر پسند کرتے اور اسلامی لٹریچر میں اس کو صحیح مقام حاصل ہوتا۔ شیخ عبد الحی کتانی کی تمنا تھی کہ ابن الطلاع کی اس کتاب پر تحقیقی کام کر کے اسے موزوں شکل میں عالم اسلام کے سامنے پیش کریں، مگر موت نے انھیں مہلت نہ دی۔ تقریباً نصف صدی سے کتب خانوں میں یہ کتاب اسی طرح بند پڑی رہی کہ لوگوں کی اس طرف کوئی توجہ نہ تھی۔ ڈاکٹر اعظمیؒ کہتے ہیں کہ جہد مسلسل کے بعد مجھے اس کا ایک نسخہ مکہ مکرمہ کے ایک عالم کے ہاں مل گیا، میں نے جلدی سے اس کا عکس لے لیا۔[9] ڈاکٹر اعظمیؒ نے اس کتاب کے مقدمہ چار فصول قائم کی ہیں۔

فصل اول: فصل اول "القضاء في الاسلام" پر مشتمل ہے۔ اس میں آپ نے قضاء کے مفہوم، اس کی شرائط اور عہد رسالت میں اس کی کیفیت پر روشنی ڈالی ہے۔ نیز ان صحابہ کا بھی تذکرہ کیا ہے جن کو نبی ﷺ نے اپنے دور نبوت میں منصبِ قضا پر فائز کیا تھا۔

فصل ثانی: فصل ثانی "النهضة العلمية في الاندلس من القرن الاول الیٰ القرن الخامس" کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں آپ نے اندلس کی فتح سے لے کر مؤلف کے دور تک کی تاریخ اختصار کے ساتھ بیان کی ہے۔ اسی طرح اس دور کی علمی تحریک اور سیاسی حالات کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

فصل ثالث: فصل ثالث "ترجمه المؤلف" کے عنوان سے معنون ہے، جس میں مؤلف کے حالاتِ زندگی، ان کے اساتذہ و تلامذہ، تصانیف اور معاصر علماء میں ان کے مقام و مرتبہ کا جائزہ لیا گیا ہے۔

فصل رابع: فصل رابع کو "التعريف بنسخ الكتاب" کا عنوان دیا گیا ہے۔ اس میں کتاب کے مختلف نسخوں کا تذکرہ کرنے کے بعد ان کے قلمی نسخوں کے چند ایک صفحات کا عکس پیش کیا گیا ہے۔

"دراسات فی الجرح والتعدیل" کا تعارف و منہج

"علمِ جرح و تعدیل" حدیثِ رسول ﷺ سے متعلق علوم و فنون میں ایک اہم علم ہے' جس میں حدیث کے راوی کی بابت بحث کی جاتی ہے کہ صحت و ضعف کی حیثیت سے اس کے روایتوں کا کیا مقام ہے؟ جرح کا لغوی معنی کسی کو حسی یا معنوی طور پر زخمی کرنا ہے۔ لیکن اصطلاحی زبان میں جرح کا مطلب کسی راوی کے ایسے نقص یا عیب کا بیان کرنا جس کی وجہ سے اس کی روایت مخدوش یا نا قابلِ قبول ہو جائے اور تعدیل کا لغوی معنی کسی کو درست کرنا یا کسی کا دوسروں کے ساتھ موازنہ کرنا ہے اور اصطلاحی زبان میں تعدیل کا مطلب کسی راوی کے بارے میں عدل اور ثقہ ہونے کی گواہی دینا کہ اس کی روایت علمِ حدیث کے اصول کے مطابق قابلِ قبول ہے۔ علمِ جرح و تعدیل میں راوی کے بارے میں مفصل تحقیق ہوتی ہے تاکہ حدیثِ رسول ﷺ کی روایت میں مکمل احتیاط برتی جائے۔ اور نبی کریم ﷺ کی حدیث میں کسی اور بات کی ملاوٹ نہ ہو۔ کیوں کہ یہ دین کا مسئلہ ہے۔ ڈاکٹر اعظمیؒ کی یہ کتاب "دراسات فی الجرح والتعدیل" اپنے فن میں ایک ممتاز و مایہ ناز قلمی شاہ کار ہے۔ ہماری رائے کے مطابق مصنفؒ نے جتنی محنت سے یہ معلومات متعدد کتابوں سے جمع کی ہیں اتنی جامع اور معلوماتی کتاب جب منظر عام پر آئی تو اس وقت فن ہذا پر خاطر خواہ اور اس فن پر اتنی محیط کتابیں نہیں تھیں، بلکہ نہ ہونے کے برابر تھیں، بلکہ اس فن کی باریکیاں مختلف کتابوں میں منتشر تھیں۔ مصنفؒ نے شدت سے یہ محسوس کیا کہ ان موتیوں کو ایک لڑی میں پرو دیا جائے۔ چناں چہ 545 صفحات پر مشتمل یہ کتاب بڑی دیدہ ریزی کے بعد تقریباً ڈیڑھ سو کتابوں سے مرتب کی گئی ہے۔ کتاب کی خوبی یہ ہے کہ مصنف کا کردار صرف معلومات جمع کرنے تک محدود نہیں رہا، بلکہ یہ نگارش و تحقیقی کاوش معلومات کے ساتھ ساتھ کئی علمی فوائد سے بھی آراستہ ہے۔ مصنف نے جگہ جگہ علمی مناقشہ کیا ہے، تعصب اور جانب داری سے بالاتر ہو کر خالص مدلل ترجیحات و توجیہات اختیار کی ہیں، نتائج کا احاطہ کرنے میں کمال دکھایا ہے، مجتہدانہ تعلیقات چڑھائی ہیں، قابلِ گرفت مقامات پر سنجیدہ رد لکھا ہے' اور ہر بات پر عمدہ مثالیں دی ہیں۔ "عظمة الحرمين الشريفين في قلوب المسلمين في ضوء الروايات الصحيح"

ڈاکٹر ضیاء الرحمان اعظمیؒ نے جہاں متون حدیث پر عظیم کام کیا ہے وہیں دیگر علوم و فنون سے متعلق کئی مضامین، کتب اور رسائل بھی تحریر کیے ہیں۔ ان میں سے کچھ کا تعلق تو خالص علمی اور فنی بنیادوں پر ہے۔ کچھ کا تعلق آپ کے ذوق اور رغبت

سے ہے۔ اپنے ذوق اور رغبت میں بھی آپؒ نے اپنے اصل میدان (حدیث) کو نہیں چھوڑا۔ آپ کا پس منظر جس کے بارے میں ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ آپ کا تعلق ایک خالص ہندو مذہبی گھرانے سے تھا آپ نے شعوری طور پر دین اسلام کو قبول کیا اور پھر اس دین اسلام کو سمجھا اور باقاعدہ چھ سال ہندوستان میں اس کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد آپ مدینہ منورہ میں تعلیم کی غرض سے تشریف لائے چار سال مدینہ منورہ جامعہ اسلامیہ میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد دو سال مکہ مکرمہ "جامعہ ام القریٰ" میں آپ تعلیم حاصل کرتے رہے تو اس طرح چھ سال حرمین شریفین میں آپ کو اقامت کا موقع ملا۔ اس کے بعد ڈاکٹر اعظمیؒ پر اللہ تعالیٰ کی ایسی جود وعطا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے مواقع آپ کو فراہم کر دیئے کہ آپ کی ملازمت کا سلسلہ سرزمین حرمین شریفین میں ہی ہو گیا۔ پھر کچھ ہی عرصہ کے بعد ڈاکٹر صاحب کو سعودی عرب کی نیشنلٹی مل گئی جس بنا پر ڈاکٹر اعظمیؒ نے ہندوستان سے جانے کے بعد اپنی وفات تک حرمین شریفین کو ہی اپنا مسکن بنائے رکھا۔ حرمین شریفین کی محبت جو ڈاکٹر اعظمیؒ کے دل بہت میں زیادہ تھی جس کا اظہار آپ نے "الجامع الکامل" کی تکمیل کے بعد "عظمۃ الحرمین الشریفین فی قلوب المسلمین فی ضوء الروایات الصحیحۃ" کی صورت میں کیا۔ آپ کی یہ خواہش تھی کہ صحیح روایات کی روشنی میں حرمین شریفین کی عظمت کو مرتب کیا جائے۔ آپ کی یہ خوہش اپنی زندگی میں تو پوری نہ ہو سکی بلکہ آپ کی وفات کے بہت تھوڑے عرصے کے بعد یعنی 2020ء میں ہی یہ کتابچہ "دارالمیمنۃ" مدینہ منورہ سے شائع ہوا۔ جسے آپؒ نے اپنی زندگی میں ہی ترتیب دے کر مکتبہ "دار المیمنۃ" کے حوالے کیا تھا۔ بنیادی طور پر یہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی معلوم ہوتی ہے۔ جو علما کرام شروع دن سے فضائل مکہ مکرمہ وفضائل مدینہ منورہ پر لکھتے چلے آرہے ہیں۔ اور اہل اسلام کے دل ہمیشہ اس ارض پاک کی محبت سے لبریز رہتے ہیں۔ فرزندان اسلام کے دلوں کی سب سے بڑی خواہش اس قطعہ ارض کی زیارت ہوتی ہے۔ ہر مسلمان حرمین شریفین کے فیوض وبرکات سمیٹنے کے لیے بے چین رہتا ہے۔

اسی قطعہ ارض کو ہمارے نبی آخر الزماں محمد ﷺ کا مولد، مسکن، جائے ہجرت اور نزول وحی کے لیے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے۔ دنیا کے ہر مقام پر انسان کا ایمان معرض خطر میں ہے لیکن حرمین شریفین وہ مقامات ہیں جہاں انسان اپنے ایمان کو بچاتا ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ دنیا کے اطراف واکناف میں بسنے والے اہل ایمان حج وعمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے لیے اسی قطعہ ارض کا رخ کرتے ہیں۔ اسی تناظر میں ڈاکٹر اعظمیؒ نے اس کتاب میں فضائل حرمین شریفین کو روایات کی صورت میں مرتب کیا ہے۔ جو کہ آپ نے اپنی کتاب "الجامع الکامل" سے اخذ کی ہیں۔ یہ کتاب آپ کی وفات کے بعد منظر عام پر آنے والی پہلی کتاب ہے۔ آپؒ نے اس کتاب میں حرمین شریفین کی فضیلت وحرمت سے متعلق تمام صحیح احادیث کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔

التمسک با لسنة فی العقائدوالاحکام

یہ کتاب ڈاکٹر ضیاء الرحمان اعظمیؒ نے "التمسک بالسنۃ فی العقائد والاحکام" کے عنوان سے مرتب کی ہے۔ آپ کے پس منظر پر ہم پہلے ہی تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں۔ کہ آپ کا تعلق کس گھرانے سے، کس ماحول سے اور کن مذہبی رسومات کو چھوڑ کر، گھر والوں سے ناطہ توڑ کر، راہ حق کے ہر مشکل امتحان سے گزریں کر، تقریبا 65 سال قبل آپؒ اسلام کے سائے میں آئے۔ اور جامعہ دارالسلام عمر آباد کی آغوش میں چھ سالوں کا کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر علم وعمل کے زیور سے آراستہ ہوئے۔ بلکہ رات کے تین تین بجے تک اپنے مشفق اساتذہ کے دروازوں پر دستک دے کر سیکھنے، پڑھنے اور آگے بڑھنے کے عمل کو جاری رکھا۔ عمر

آباد سے کندن بن کر نکلے۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ میں پہنچے دونوں شہروں کی یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کی۔ پھر جامعہ ازہر مصر سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ زندگی جن قربان گاہوں کی راہوں سے گزری طبیعت بھی اسی مناسبت سے مشکل پسند بن گئی۔ ایم اے پی ایچ ڈی وغیرہ کے لئے موضوع بھی سخت اور محنت طلب اختیار کیے۔ مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سیکریٹری کے ماتحت کچھ دن مصروفِ کار رہے۔ مزاج پڑھنے پڑھانے لکھنے لکھانے کا تھا۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں حدیث رسول کے استاد کا منصب منتظر تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کے عمید (پرنسپل) مقرر کر دیے گئے۔

ڈاکٹر اعظمیؒ نے ادارے کی ذمہ داریاں اور تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ بحث و تحقیق اور تصنیف و تالیف کے میدان میں اپنا ایک مقام پیدا کیا۔ آپ کی کچھ تصانیف تو ایسی ہیں جن کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ آپؒ کا سب سے عظیم کارنامہ "الجامع الکامل" کی تصنیف ہے۔ اس کے علاوہ حدیث اور دیگر موضوعات پر ایک درجن سے زائد آپؒ کی کتب ہیں۔ جہاں تک اس کتاب "التمسک بالسنۃ فی العقائد والاحکام" کا تعلق ہے۔ تو یہ کتاب پہلی مرتبہ 1417ھ میں مدینہ منورہ سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ آپ کے ہونہار شاگرد ڈاکٹر حافظ طاہر نے کیا۔ جو دو مرتبہ مکتبہ دارالسلام ریاض سے شائع ہو چکا ہے۔ پھر "الجامع الکامل" کو مکمل کرنے کے بعد ڈاکٹر اعظمیؒ نے اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن جو بہت سی تبدیلیوں، حذف واضافہ کے ساتھ دوبارہ شائع کیا۔ جس بنا پر اس کا دوبارہ سے اردو ترجمہ کرنے کی ضرورت پیش آئی تو اس دوسرے ایڈیشن کا ترجمہ کامران عبدالعزیز قاضی جن کا تعلق ہندوستان سے ہے۔ جو اس وقت جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں زیر تعلیم تھے انہوں نے کیا۔ یہ کتاب عقائد و احکام کے باب میں سنت نبوی ﷺ کو مضبوطی سے تھامنے سے متعلق ہے۔ آپؒ نے اس کتاب میں بڑے خوبصورت انداز میں سنت کے معنی و مفہوم، اسلام میں اس کا تشریعی مقام، سلف صالحین کے ہاں سنت سے کیا مراد ہے؟ محدثین وفقہاء کے نزدیک سنت کا کیا مفہوم ہے؟ سنت کے بارے میں مستشرقین کا نظریہ کیا ہے؟ اور ان کے استدلال کا رد کیسے کیا جا سکتا ہے؟ کیا سنت محض اعمال و احکام ہی میں قابل حجت ہے یا عقائد میں بھی؟ کیا سنت کو بغیر قرآن کو سمجھنا ممکن ہے؟ حکمرانوں کی اطاعت میں ضابطہ سنت کیا ہے؟ ان تمام سوالوں کے جوابات بڑے ہی مختصر، مگر مدلل انداز میں مرتب کیے ہیں۔ تاکہ دین کا فہم اور اس پر عمل کرنے میں اہل سنت کے طریقے کی اتباع کی جا سکے۔

"الادعیة المختارة"

دین اسلام میں دعا واذکار کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب میں دعا کا تصور پایا جاتا ہے۔ صرف دعا میں ہی ایسی قوت اور طاقت موجود ہے جو انسان کی تقدیر کو بدل سکتی ہے۔ پھر دعا ایک ایسی عبادت ہے جو انسان ہر لمحہ ہر لحظہ کر سکتا ہے اور اپنے مالک حقیقی سے اپنی حاجات پوری کروا سکتا ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ انسان کی دعائیں اسے تب فائدہ دیتی ہیں جب وہ دعا کرتے ہوئے دعا کے آداب کو ملحوظ رکھے۔ دعاؤں کے حوالے سے بہت سی کتابیں علماء کرام نے مختلف ناموں سے تحریر کی ہیں۔ تاکہ ایک انسان اپنی دعا، عاجزی، انکساری، بے چارگی اور لاچارگی کا اظہار اپنے خالق و مالک کے سامنے کر سکے۔ دعا عبودیت کی ایک علامت ہے، اس کے ذریعے انسان اللہ تعالیٰ کی توجہ طلب کرتا ہے۔ اور اس کی مدد اور رحمت حاصل کر سکتا ہے۔ جامع ترمذی کی ایک روایت ہے جسے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں مانگتا اللہ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔ تو اس حدیث سے ہمیں پتہ چلتا ہے کی دعا عابد اور معبود کے درمیان تعلق کا ایک ذریعہ ہے۔ انسان اس کے ذریعہ اپنے رب کا قرب حاصل کرتا ہے۔ نبی ﷺ نے اپنی زندگی میں صحابہ

کرام کو بہت سی دعائیں یاد کروائیں۔ جن میں خصوصاً صبح وشام کے اذکار جن کا آپ ﷺ بھی باقاعدگی سے اہتمام فرماتے اور صحابہ کرام کو یہ ذکر اور دعائیں پڑھنے کی تلقین کرتے تھے۔ علمائے کرام نے اپنے اپنے انداز میں ان مسنون اذکار اور دعاؤں کو مرتب فرمایا ہے۔ انہی میں ایک نام ڈاکٹر ضیاء الرحمن اعظمیؒ کا بھی ہے۔ جنہوں نے "الادعیة المختارة" کے نام سے صبح و شام، سوتے اور جاگتے وقت اور فرض نماز کے بعد کے اذکار کو اس کتاب میں ترتیب دیا ہے۔ تاکہ ایک بندہ مومن ان اذکار کے ذریعے اپنے خالق ومالک سے خوب مانگنے والا بن جائے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس میں مذکور تمام دعائیں اور اذکار وہ ہیں جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔ جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

صبح وشام کے اذکار میں ڈاکٹر اعظمیؒ نے کل اکیس اذکار اور دعائیں ذکر کی ہیں۔ صبح کے اذکار نماز فجر کے بعد سے سورج کے طلوع ہونے تک پڑھ سکتے ہیں۔ اسی طرح شام کے اذکار نماز عصر کے بعد سے نماز عشاء تک کسی بھی وقت پڑھ سکتے ہیں۔ مزید فرماتے ہیں کہ ان ساری دعاؤں کا پڑھ ضروری نہیں، بلکہ ان میں سے چند کا پڑھ لینا بھی کافی ہے۔ ان اذکار کی صرف نشاندہی ہم یہاں کریں گے۔[10]

یہ وہ دعائیں اور اذکار ہیں جو ڈاکٹر اعظمیؒ نے اپنی اس کتاب میں ترتیب دیے ہیں۔ آپؒ کی اس کتاب میں جو خاص بات ہمیں دیکھنے کو ملی ہے۔ وہ یہ کہ آپؒ ہر دعا اور ذکر کی کی مکمل حدیث ذکر کرتے ہیں۔ یعنی آپؒ نے اس کتاب میں صرف دعا کے کلمات کو ہی ذکر نہیں کیا بلکہ ان الفاظ کے ساتھ مکمل حدیث اور اس کے مصادر کو بھی بیان کیا ہے اور دوسری بات یہ کہ اس کتاب میں صحیح روایات کو ذکر کیا گیا کوئی بھی ضعیف یا کمزور روایت کو درج نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ آپؒ کا مذاج ہے۔

"جزءفی صلاة التراويح"

نماز تراویح نبی ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔ اور صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں آپ ﷺ نے ایک رات مسجد میں نماز ادا کی لوگوں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر اسی طرح دوسری رات بھی نبی ﷺ نے نماز پڑھائی اور لوگوں کی کثیر تعداد آپ ﷺ کے ساتھ نماز میں شامل ہوئی۔ پھر لوگ اسی طرح تیسری یا چوتھی رات بھی نماز کے لیے جمع ہوئے۔ لیکن آپ ﷺ اپنے گھر ہی میں تشریف فرماتے باہر نہیں آئے۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا میں یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا میں اس ڈر سے گھر سے باہر نہیں آیا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے۔ بہت سے علماء کرام نے نماز تراویح پر کتابیں لکھیں ہیں یہ ایک مسنون عمل ہے۔ اس کے مسنون ہونے میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے اختلاف مسنون رکعات میں پایا جاتا ہے۔ کچھ ائمہ بیس رکعت پڑھنے کو سنت قرار دیتے ہیں جبکہ کچھ لوگ آٹھ رکعت کو۔ اس موضوع پر ڈاکٹر اعظمیؒ نے بھی ایک کتابچہ "جزء فی صلاۃ التراویح" کے عنوان سے تحریر کیا ہے۔ ابتدا میں تو یہ کتابچہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے مجلے میں ایک آرٹیکل کی صورت میں شائع ہوا۔ بعد میں ڈاکٹر اعظمیؒ نے اسے "المنة الكبرى شرح و تخريج السنن الكبرى للبيهقي" میں شامل کیا جو کہ ڈاکٹر صاحب کی شرح و تخریج سے شائع ہوئی ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے اسے "الجامع الکامل" میں بھی صلاۃ التراویح کے تحت اس کو شامل کیا ہے۔ یہ کتابچہ کل اڑتیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں سب سے پہلے ڈاکٹر اعظمیؒ نے تراویح کے لغوی معنی بیان کیے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔ کہ رمضان المبارک میں چار رکعت پڑھنے کے بعد کچھ آرام کیا جاتا تھا جس وجہ سے اسے تراویح کے نام سے پکارا جانے لگا اس کے بعد آپؒ نے باجماعت تراویح کے حکم کو بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کے حکم پر دو قول ہیں۔

- افضل یہ ہے کہ اسے مسجد میں باجماعت ادا کیا جائے۔ یہ امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور بعض مالکیہ اس کے قائل ہیں۔ پھر ان کے دلائل کو ذکر کرتے ہیں۔
- دوسرا قول یہ ہے نماز تراویح گھر میں ادا کرنا افضل ہے[11]۔ یہ رائے اور قول امام ابو یوسفؒ اور بعض شوافع کا ہے۔ پھر ان کے دلائل کو ذکر کرتے ہیں۔

"المنة الكبرى شرح وتخريج السنن الصغرى"

امام بیہقیؒ اپنے زمانے کے بہت بڑے محدث اور فقہی تھے۔ آپ کا پورا نام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ ہے۔ آپ ستمبر 994ء میں خراسان کے علاقے میں پیدا ہوئے۔ اور آپ نے 19 اپریل 1066ء کو نیشاپور میں وفات پائی۔ آپ کے اساتذہ میں امام ابو عبد اللہ الحاکم اور امام بزاز شامل ہیں۔ امام بیہقیؒ نے اس کتاب کو 405 ہجری میں جمع کرنا شروع کیا۔ اس کتاب کے ایک راوی زاہر بن طاہر بن محمد شامی فرماتے ہیں:

"میرے والد کی قراءت سے شیخ امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی نے شعبان 405ھ میں نقل کیا اور ان کی تالیف 432ھ کو مکمل ہوئی۔"[12]

اسی طرح جسٹس تقی الدین محمد بن علی رزین فرماتے ہیں:

"میں نے امام بیہقی کی کتاب کے اصل نسخہ کے آخر میں دیکھا جس میں یہ لکھا تھا۔ میں نے اس کتاب کو بحمد اللہ پیر کے روز 22 جمادی الآخری 432ھ کو مکمل کیا۔"[13]

اس طرح امام بیہقیؒ کی یہ کتاب تقریباً 27 سال میں ترتیب دی گئی۔ آپؒ نے اس کتاب کا ایک طویل مقدمہ لکھا جس کو بعد میں ایک مستقل کتاب کی شکل دی گئی۔ جس کا نام "المدخل الی السنن" رکھا گیا۔ امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب کو امام شافعیؒ کی فقہ ابواب پر مرتب کیا ہے۔ آپ حدیث کے حافظ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک فقہی اور اصولی بھی تھے۔ آپ کی پندرہ کے قریب ضخیم تصنیفات ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور "السنن الکبریٰ" اور "دلائل النبوۃ" ہے۔ السنن الکبری کی تلخیص امام بیہقیؒ نے ہی "السنن الصغریٰ" کے نام سے کی ہے۔ پھر اس پر ڈاکٹر اعظمیؒ نے پندرہ سال کے لیل و نہار صرف کرتے ہوئے اس کی شرح و تخریج کی جس کا نام "المنۃ الکبری شرح و تخریج السنن الصغریٰ" رکھا۔ یہ کتاب 9 جلدوں پر مشتمل ہے۔ امام بیہقیؒ دلائل کے پیش کرنے میں تو سلف و صالحین کے طریقے پر تھے۔ لیکن فروع میں آپؒ امام شافعیؒ کے مسلک پر تھے۔ ان کا یہ مسلک شاید اپنے شیخ امام حاکمؒ کے زیر اثر رہنے کی وجہ سے تھا کیونکہ وہ اپنے وقت کے بلند پایا شافعی المسلک امام تھے۔ امام بیہقیؒ نے اپنی "السنن الکبریٰ" میں شافعی مسلک پر ہی احادیث کو جمع کیا تھا۔ اور یہ شافعی مذہب کی ہی کتاب شمار کی جاتی تھی۔ اب ڈاکٹر اعظمیؒ نے اس کتاب میں باقی مذاہب (حنفی، مالکی، حنبلی) کے دلائل کو بھی اس میں جمع کر دیا ہے اس کی تخریج کر کے ہر حدیث پر صحت و ضعف کا حکم لگاتے ہوئے راجح مسلک کی نشاندہی بھی کر دی ہے اس طرح اب یہ کتاب "المنۃ الکبری شرح و تخریج السنن الصغریٰ" فقہ شافعی سے نکل کر فقہ مقارن کی کتاب بن چکی ہے اور ہر مذہب کے لوگ اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ اس کی مثال ذکر کرنے سے پہلے ہم "السنن الصغریٰ" اور "السنن الکبریٰ" کے فرق کو واضح کریں گے جو ڈاکٹر اعظمیؒ نے "المنۃ الکبریٰ" کے مقدمے میں ذکر کیا ہے

المدخل الی السنن الکبزی للبیھقی

یہ امام بیہقیؒ کی مشہور کتاب "السنن الکبریٰ" کا مقدمہ ہے۔ جو اب تک ناپید تھا۔ ڈاکٹر ضیاء الرحمن اعظمیؒ نے خدا بخش لائبریری سے اس کا قلمی نسخہ حاصل کیا اور پھر اسے اپنی تحقیق و تعلیق سے شائع کیا۔ اس کتاب میں امام بیہقیؒ نے 33 ابواب قائم کیے ہیں۔ سب سے پہلے آپؒ نے سنت کے معنی و مفہوم کو بیان کیا ہے کہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے یہاں سنت کا کیا مقام و مرتبہ کیا تھا؟ انہوں نے سنت کو کیسے محفوظ کیا اور کیسے اس کی نشر و اشاعت کی اور اس راستے میں کن کن مصائب و آلام کا سامنا کیا؟ ان تمام موضوعات کا اس مقدمہ میں احاطہ کیا گیا ہے۔ کتاب کے شروع میں ڈاکٹر اعظمیؒ نے ایک اپنی طرف بھی جامع مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ جس میں امام بیہقیؒ کی سنت نبوی کے حوالے سے خدمت و اشاعت میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئھیں ان کو مزید اجاگر کیا گیا ہے اس مقدمے کو آپ نے چھ فصول میں ترتیب دیا ہے۔

- پہلی فصل میں آپؒ نے امام بیہقیؒ کے حالاتِ زندگی کو بیان کیا ہے۔
- دوسری فصل میں امام بیہقیؒ کے کے شیوخ کا ذکر کیا ہے۔
- تیسری فصل میں امام بیہقیؒ کی تصنیفات کا ذکر کیا۔
- چوتھی، پانچویں، چھٹی فصل میں "المدخل" کے نسخے کی صحت، اوصاف اور اس میں مفقود نصوص پر سیر حاصل بحث کی ہے

یہ کتاب دو جلدوں میں ہے اس کے کل صفحات 953 ہیں اس کتاب کے آخر میں ڈاکٹر اعظمیؒ نے پانچ فہارس کو بھی شامل کیا ہے ان میں سے پہلی فہرست فہرست الاحادیث، دوسری فہرست الاثار، تیسری فہرست الاعلام، چوتھی فہرست مراجع و مصادر اور آخری فہرست موضوعات کی ہے۔ اس کتاب میں ڈاکٹر اعظمیؒ نے امام بیہقیؒ کے 79 مشہور اساتذہ کے حالاتِ زندگی کو مختلف کتب سے جمع کر کے مرتب کیا ہے۔ اور یہ کتاب پاکستان سے بھی 1997ء میں شائع ہو چکی ہے۔[14]

"فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور"

یہ کتاب علامہ المحدث محمد حیاۃ السندیؒ (1163ھ) کی ہے۔ اس کتاب کا موضوع اسکے عنوان سے ہی واضح ہے۔ کہ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کے مسئلے کے متعلق ہے۔ ڈاکٹر اعظمیؒ نے اس کتاب کی تحقیق و تخریج کی ہے۔ اس کتاب کے مقدمہ میں ڈاکٹر اعظمیؒ نے اس کتاب پر کام کرنے کی وجہ ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ میں نے 1987ء میں جب ہندوستان کا سفر کیا تو "دار المصنفین" اعظم گڑھ میں جانا ہوا اور وہاں میں نے "فتح الغفور" کا نسخہ دیکھا تو اپنے استاد محترم شیخ ضیاء الدین اصلاحی سے اس کی فوٹو کاپی کروانے کی اجازت طلب کی۔ جب میں نے اس رسالہ کی ورق گردانی شروع کی تو میں نے محسوس کیا کہ اس پر تحقیق و تخریج ہو سکتی ہے اور اس میں بہت سی مفید معلومات ہیں جو عام قاری کو بھی فائدہ دے سکتی ہیں۔ کیونکہ اس سے پہلے بہت سے علماء نے اپنی کتب میں اس رسالے کا تذکرہ کیا تھا۔ مثلا محمد عبد الرحمن بن عبد الرحیم مبارکپوری انہوں نے جامع ترمذی کی شرح لکھی ہے "تحفۃ الاحوذی" کے نام سے اس میں بھی اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ شیخ المحدث المسند عبید اللہ رحمانیؒ نے "مشکاۃ المصابیح" کی شرح لکھی ہے "مرعاۃ المفاتیح" کے نام سے اس میں بھی اس کا ذکر ہے۔ شیخ محدث خلیل احمد سہارنپوری حنفیؒ انہوں نے ابو داود کی شرح کی ہے "بذل المجہود" کے نام سے اس میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح شیخ محمد یوسف بنوریؒ انہوں نے جامع ترمذی کی شرح "معارف السنن" کے نام سے کی ہے اس بھی اس رسالے کا ذکر ہے۔ کیونکہ اس میں ایک ایسا مسئلہ ذکر کیا گیا

ہے جس نے بڑے پیمانے پر تنازعات کو جنم دیا ہے ۔ عموما محد ثین اور فقہاء کے درمیان اور خصوصا احناف اور شوافع کے درمیان دونوں نے ایک دوسرے کے رد میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں جیسا کہ اسی رسالے (فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدر) کے رد میں شیخ المحدث الحنفی محمد ہاشم بن عبد الغفور السندی نے (درہم الصرۃ فی وضع الایدی تحت السرۃ) کے نام سے کتاب لکھی اور ایسے ہی شیخ محمد ہاشم سندھی نے دو رسالے محمد حیات سندھی کے رد میں لکھے ان میں سے ایک کا نام (ترصیع الدرۃ فی درھم الصرۃ)اور دوسرے کا نام (معیار النقاد فی تمیز المغشوش عن الجیاد) یہ تمام رسالے مکتبہ دار المصنفین اعظم گڑھ میں موجود ہیں[15] ۔اصل مسئلہ یہ ہے کہ نماز میں حالت قیام میں ہاتھ باندھنے نہ باندھنے میں بھی اختلاف ہیں مالکیہ ارسال کرتے ہیں باقی تین آئمہ وضع کے قائل ہیں۔اور جمہور اہل علم کا بھی یہی موقف ہے کہ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھتے ہوئے قیام کیا جائے۔ائمہ کے درمیان جو اختلاف ہے وہ ہاتھ رکھنے کی جگہ پر ہے کہ ہاتھ باندھنے کے بعد ان کو رکھا کہاں پر جائے۔حنفیہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو افضل قرار دیتے ہیں جبکہ شوافع سینے پر ہاتھ باندھنے کو افضل قرار دیتے ہیں اس کتاب میں محمد حیات السندیؒ نے سینے پر ہاتھ باندھنے کو ہی سنت ثابت کیا ہے ڈاکٹر اعظمیؒ نے اس پر جو دراسۃ اور تحقیق کی ہے وہ یہ کہ ہر حدیث کی مکمل تخریج کے ساتھ اس کے تمام مصادر کو بھی ذکر کیا ہے۔اس کے کتاب کے صفحہ نمبر 70 سے 112 تک ڈاکٹر اعظمیؒ نے اپنی طرف اضافہ ہے۔ جس میں دو ملحق، فہرست عنوان اور مصادر و مراجع شامل ہیں۔پہلا ملحق 10 صفحات پر مشتمل ہے جس میں ڈاکٹر اعظمیؒ نے 28 احادیث و اثار ذکر کیے ہیں اور یہ وہ احادیث ہیں جو "فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدر" میں محمد حیات السندیؒ ذکر کی ہیں ڈاکٹر اعظمیؒ نے ہر حدیث واثر کے ساتھ اس ملحق میں اس کا مختصر حکم بھی ذکر کر دیا ہے ۔ جبکہ اس کی مکمل تخریج اس سے پہلے ڈاکٹر صاحب کر چکے ہیں ۔اس ملحق میں اس کے حکم کی طرف صرف اشارہ کیا ہے ۔ جیسے ابو داود کی یہ حدیث:

"ان من السنة فی الصلاة وضع الاکف علی الاکف تحت السرة"[16]

ذکر کرنے کے بعد اسکا حکم ذکر کرتے ہیں:

" رواه ابوداود و احمد والدارقطنی وابن شیبة ۔اسناده ضعیف انظر فیما مضی"

اسی طرح ہر حدیث اور اثر کے بعد اس ملحق میں کرتے ہیں۔ دوسرے ملحق میں ڈاکٹر اعظمیؒ اس مسئلہ میں جمہور کے مذہب کو بیان کرتے ہوئے تین قول اور ان کے دلائل بیان کیے ہیں۔

- پہلا قول ہے کہ ہاتھ ناف کے نیچے باندھنے چاہیں یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے اسی کو صاحب ھدایہ ، کنز الدقائق ،تبین الحقائق، بحر الرائق، فتح القدیر اور المبسوط وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔
- دوسرا قول ہے سینے سے نیچے اور ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کا یہ مالکیہ اور بعض صحابہ کا مسلک ہے۔اسی کو امام بغوی اور امام نوویؒ نے راجح قرار دیا ہے۔
- تیسرا قول سینے پر ہاتھ باندھنے کا امام شافعیؒ کا مسلک ہے اور ساتھ ہی ان کے دلائل کو مختصر انداز میں ذکر کرتے ہیں [17]۔

اس طرح سے اس کتاب کی اہمیت وافادیت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ لیکن جو چیز اس کتاب کے آخر میں ہمیں محسوس ہوئی ہے وہ یہ کہ ڈاکٹر اعظمیؒ نے آخر میں اپنی رائے اور ترجیح کو ذکر نہیں کیا بلکہ دلائل ذکر کرنے کے بعد معاملہ قاری پر چھوڑ دیا ہے۔ آخر میں آپؒ اس کی فہرست عنوان اور مصادر و مراجع کو ذکر کرتے ہیں۔

"ثلاثة مجالس من اما لی"

یہ کتاب حافظ ابو بکر احمد بن موسی ابن مردویہؒ کی تین مجالس کے املائے حدیث پر مشتمل ہے۔ جس کی تحقیق و تخریج ڈاکٹر اعظمیؒ نے کی ہے۔ تاکہ حدیث رسول کے طلبہ اس سے استفادہ کر سکیں۔ امالی املا کی جمع ہے اور "امالی" اس کتاب کو کہا جاتا ہے جس میں شیخ کے املا کرائے ہوئے فوائد و نکاتِ حدیث جمع کیے گے ہوں۔ پہلے زمانے میں طریقہ تدریس یہ بھی ہوتا تھا کہ استاد اپنی یاد کی ہوئی حدیثیں اپنے شاگردوں کو املاء کراتا وہ ایسے کہ ایک استاد کے شاگرد قلم دوات کے ساتھ بیٹھتے اور جو استاد بولتا اسے لکھتے جاتے۔ اس طرح شاگردوں کے پاس استاد کی مختلف مجالس کا ایک مجموعہ تیار ہو جاتا۔ پھر اس مجموعہ کو وہ اپنے استاد کی "امالی" کا نام دیتے۔ حدیث نگاری کی یہ اہم صنف کو "امالی نویسی" بھی کہا جاتا ہے۔ تیسری صدی ہجری کے اواخر میں حدیث نگاری کا یہ جدید طریقہ رائج ہوا جسے "امالی نویسی" کے نام سے پہچانا جانے لگا۔[18] ڈاکٹر اعظمیؒ نے ابن مردویہؒ کی "ثلاثۃ امالی" جو کہ تین مجالس پر مشتمل تھی اس پر تحقیقی کام کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب کے شروع میں قیمتی اور مفید مقدمہ بھی تحریر کیا ہے۔ اس میں سب سے پہلے آپؒ نے "مقدمہ" کا عنوان قائم کرتے ہوئے اس کے تحت سنت کے لغوی اور اصطلاحی معنی کو بیا کیا ہے، پھر صحابہ کی حرص اتباع کے حوالے سے چند آثار و واقعات ذکر کیے ہیں، اس کے بعد علم جرح و تعدیل ابتدا پر سیر حاصل بحث کی ہے، سند کی اہمیت، سند اور متن میں فرق کو واضح کرتے ہوئے اس عنوان کے آخر میں حدیث کی تقسیم متواتر اور آحاد کے متعلق بحث کی ہے۔ اس کے بعد آپ نے پانچ فصلیں اسی مقدمے میں قائم کی ہیں۔

- پہلی فصل کو "الامالی" کا عنوان دیا ہے۔ جس میں آپؒ نے امالی کے لغوی اور اصطلاحی معنی کو بیان کرنے کے ساتھ اس طریقہ تدریسِ حدیث پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس کے بعد آپؒ نے امالی کتب کے ایک مجموعے کو ذکر کیا ہے جن کی تعداد 66 ہے۔ اس میں آپؒ نے کتاب کا نام، مصنف کا نام اور اس کا سن وفات ذکر کرنے کے بعد اس مصدر کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے جس میں اس مصنف کے حالات زندگی موجود ہیں۔ جیسے

"امالی ابی النجاد":احمد بن سلمان بن الحسن بن اسرائیل المحدث الحافظ الفقیه ،توفی سنة(۳۴۸ھ)۔انظر ترجمعته فی "السیر"(502/15)

اس انداز میں ہر امالی کا مختصر تعارف ڈاکٹر اعظمیؒ نے اس فصل میں پیش کیا ہے۔

- دوسری فصل میں ڈاکٹر صاحب نے حافظ ابو بکر ابن مردویہؒ کے حالاتِ زندگی، علمی اسفار اور تلامذہ کا ذکر کیا ہے
- تیسری فصل میں آپؒ نے حافظ ابو بکر ابن مردویہؒ کے 39 اساتذہ و شیوخ کا مختصر تعارف پیش کیا ہے۔
- چوتھی فصل میں آپ نے ان تمام راویوں کا ذکر کیا ہے جو ثقہ ہیں اور ابن مردویہؒ نے ان سے احادیث کو لیا ہے ان تعداد 303 ہے۔
- پانچویں اور آخری فصل میں ڈاکٹر اعظمیؒ نے ابن مردویہؒ کی کتاب "ثلاثۃ مجالس من امالی" پر اپنے کام کی نوعیت کو واضح کیا ہے کہ میں نے اس کتاب پر کس انداز میں کام کیا ہے۔ اس کی مکمل تفصیل آپ نے بیان کی ہے۔ کہ کیسے یہ

قدیم اور اصلی مخطوطہ حاصل کیا اور اس میں موجود احادیث و آثار کی تخریج کرتے ہوئے اس کی صحت کو واضح کیا ہے ۔مزید بعض احادیث کے شواہد بھی پیش کئے گے ہیں۔19

- ڈاکٹر اعظمیؒ نے "ثلاثة امالی" کی تمام احادیث و آثار کو ایک نمبر نگ میں ترتیب دیا ہے۔جو کہ مخطوطے میں نہیں تھی ۔اس میں کل احادیث کی تعداد 49 ہے۔
- اگر کسی حدیث و آثار میں ضعف پایا جا رہا ہے تو ڈاکٹر اعظمیؒ نے اس راوی کے مکمل حالات کو اسی جگہ ذکر کرتے ہوئے اس کی وجہ ضعف کو بھی بیان کیا ہے۔
- اسناد کے باقی تمام ثقہ رجال کے لیے الگ سے مقدمے میں چوتھی فصل قائم کرکے حروف تہجی کی ترتیب سے ان کو ذکر کیا ہے۔
- ابن مردویہؒ کے نابینا ہونے کے بعد آپؒ کے بعض وہام پر ڈاکٹر اعظمیؒ نے اعتماد نہیں کیا۔

اب یہ کتاب ڈاکٹر اعظمیؒ کے مقدمے کو شامل کرتے ہوئے 266 صفات پر مشتمل ہے۔اس میں ابن مردویہؒ کی کل 49 احادیث بھی شامل ہیں۔جو انہوں نے پہلی مجلس میں اپنے شاگردوں کو ایک سے 16 تک، دوسری مجلس میں 17 تا 32 اور تیسری مجلس میں 33 تا 49 تک کی املا کروائی تھی۔ان تمام احادیث کی تخریج و تحقیق ڈاکٹر عظمیؒ نے کی ہے تاکہ حدیث کے طلباء کے لئے استفادے کا سبب اور ذریعہ بن سکے۔

مضامین

ڈاکٹر صاحب نے کئی ایک مضامین بھی لکھے جو مختلف رسائل و جرائد میں طبع ہوئے۔جامعہ اسلامیہ کے مجلہ میں درج ذیل مضامین طبع ہوئے :

- صلاۃ الجماعۃ: یہ مضمون مجلۃ الجامعۃ الاسلامیۃ ۱۴۲۸ھ کو شمارہ نمبر ۱۴ میں شائع ہوا۔
- النھی عن التطوع بعد الاقامۃ : یہ مضمون مجلۃ الجامعۃ الاسلامیۃ ۱۴۲۸ھ کو شمارہ نمبر ۱۴ میں شائع ہوا۔
- تحیۃ المسجد : یہ مضمون مجلۃ الجامعۃ الاسلامیۃ میں ۱۴۰۷ھ کو شائع ہوا۔
- صلاۃ التراویح :
- صلاۃ المسافر:
- موجز التاریخ التعلیم المختلط ونتائجہ : وغیرہ شامل ہیں۔

خلاصہ بحث

ہمارا یہ آرٹیکل عالم اسلام کے مایہ ناز اور عظیم مبلغ ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن اعظمی کی علم حدیث پر تصنیفی خدمات کے تجزیاتی مطالعہ پر مبنی ہے جنہوں نے حصول علم کے بعد دین اسلام کی نشر واشات کے لیے اپنی ساری زندگی وقف کر دی اور مختلف طریقوں سے خدمت دین کا فریضہ انجام دیا۔درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور بحث و تحقیق میں بے انتہا مصروف رہنے کی وجہ سے اگرچہ دعوت و تبلیغ کے عملی میدان میں کام کرنے کا آپ کو زیادہ موقع نہیں مل سکا، لیکن علمی و نظری اعتبار سے آپ نے جو تصنیفی کام کیا ہے وہ کسی طرح کم اہمیت کا حامل نہیں ہے۔"الجامع الکامل فی الحدیث الصحیح الشامل" تاریخ اسلام کی اس پہلی عظیم کاوش کا نام ہے جس میں تمام کتب حدیث سے صحیح احادیث کو یکجا کیا گیا ہے، یہ ایک بڑی ہی

کامیاب کوشش ہے۔اسی طرح آپ کی سیرت پر ایک کتاب صحیح سیرۃ المصطفیٰ ﷺ علی منہج المحدثین بھی ہے اور اس کے علاوہ "ابو ھریرۃ فی ضوء مرویاتہ "کا علمی جائزہ" بھی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ پچھلی پانچ دہایوں میں عظیم صحابی رسول سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کے حوالے سے بہت سی کتب اور مقالہ جات منظر عام پر آئے۔ان کتب و مقالات میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کے مقام و مرتبے کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ مستشرقین اور ان سے متاثر مسلمانوں میں پیدا شدہ شبہات کا بھی رد کیا گیا ہے۔ "اقضیۃ الرسول ﷺ "کا تعارف و منہج "کسی بھی قوم کی تعمیر و ترقی کے میں عدل و انصاف بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کے ذریعے مظلوم کی نصرت اور ظالم کا قلع قمع فیصلوں کے ذریعے کیا جاتا ہے ۔ان فیصلوں کے ذریعے حقوق کو ان کے مستحقین تک پہنچایا جاتا ہے تاکہ معاشرے کے ہر فرد کی جان و مال، عزت و حرمت کی حفاظت کی جاسکے۔ یہی وجہ ہے اسلام نے "قضاء "یعنی قیام عدل کا انتہادرجہ اہتمام کیا ہے۔اسی طرح ڈاکٹر اعظمیؒ کی ایک کتاب "دراسات فی الجرح والتعدیل" اپنے فن میں ایک ممتاز و مایہ ناز قلمی شاہ کار ہے۔ ہماری رائے کے مطابق مصنفؒ نے جتنی محنت سے یہ معلومات متعدد کتابوں سے جمع کی ہیں اتنی جامع اور معلوماتی کتاب جب منظر عام پر آئی تو اس وقت فن ہذا پر خاطر خواہ اوراس فن پر اتنی محیط کتابیں نہیں تھیں، بلکہ نہ ہونے کے برابر تھیں، بلکہ اس فن کی باریکیاں مختلف کتابوں میں منتشر تھیں۔ مصنفؒ نے شدت سے یہ محسوس کیا کہ ان موتیوں کو ایک لڑی میں پرودیا جائے۔اور اسی طرح حرمین شریفین کی محبت جو ڈاکٹر اعظمیؒ کے دل بہت میں زیادہ تھی جس کا اظہار آپ نے "الجامع الکامل "کی تکمیل کے بعد "عظمۃ الحرمین الشریفین فی قلوب المسلمین فی ضوء الروایات الصحیحۃ "کی صورت میں کیا۔ آپ کی یہ خواہش تھی کہ صحیح روایات کی روشنی میں حرمین شریفین کی عظمت کو مرتب کیا جائے۔ آپ کی یہ خواہش اپنی زندگی میں تو پوری نہ ہو سکی بلکہ آپ کی وفات کے بہت تھوڑے عرصے کے بعد یعنی 2020ء میں ہی یہ کتابچہ "دار المیمنۃ" مدینہ منورہ سے شائع ہوا۔ جسے آپؒ نے اپنی زندگی میں ہی ترتیب دے کر مکتبہ "دار المیمنۃ" کے حوالے کیا تھا۔ بنیادی طور پر یہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی معلوم ہوتی ہے ۔" التمسک بالسنۃ فی العقائد والاحکام" یہ کتاب ڈاکٹر ضیاء الرحمان اعظمیؒ نے "التمسک بالسنۃ فی العقائد والاحکام" کے عنوان سے مرتب کی ہے۔ اور اس کے علاوہ "الادعیۃ المختارۃ" دین اسلام میں دعا واذکار کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب میں دعا کا تصور پایا جاتا ہے۔ صرف دعا میں ہی ایسی قوت اور طاقت موجود ہے جو انسان کی تقدیر کو بدل سکتی ہے۔ پھر دعا ایک ایسی عبادت ہے جو انسان ہر لمحہ ہر لحظہ کر سکتا ہے اور اپنے مالک حقیقی سے اپنی حاجات پوری کرواسکتا ہے۔ اس کے بعد نماز تراویح کے موضوع پر ڈاکٹر اعظمیؒ نے بھی ایک کتابچہ "جزء فی صلاۃ التراویح" کے عنوان سے تحریر کیا ہے۔ ابتدا میں تو یہ کتابچہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے مجلے میں ایک آرٹیکل کی صورت میں شائع ہوا۔ بعد میں ڈاکٹر اعظمیؒ نے اسے "المنۃ الکبری شرح و تخریج السنن الکبری للبیھقی" میں شامل کیا جو کہ ڈاکٹر صاحب کی شرح و تخریج سے شائع ہوئی ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے اسے "الجامع الکامل" میں بھی صلاۃ التراویح کے تحت اس کو شامل کیا ہے۔ یہ کتابچہ کل اڑتیس صفحات پر مشتمل ہے۔ "المدخل الی السنن الکبریٰ للبیھقی" یہ امام بیہقیؒ کی مشہور کتاب "السنن الکبریٰ" کا مقدمہ ہے۔ جو اب تک ناپید تھا۔ ڈاکٹر ضیاء الرحمن اعظمیؒ نے خدا بخش لائبریری سے اس کا قلمی نسخہ حاصل کیا اور پھر اسے اپنی تحقیق و تعلیق سے شائع کیا۔ اس کتاب میں امام بیہقیؒ نے 33 ابواب قائم کیے ہیں۔ "فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور" یہ کتاب علامہ المحدث محمد حیاۃ السندیؒ (1163ھ) کی

ہے۔اس کتاب کا موضوع اسکے عنوان سے ہی واضح ہے۔کہ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کے مسئلے کے متعلق ہے۔ڈاکٹر اعظمیؒ نے اس کتاب کی تحقیق و تخریج کی ہے۔اس کے علاوہ "ثلاثۃ مجالس من امالی" یہ کتاب حافظ ابو بکر احمد بن موسیٰ ابن مردویہؒ کی تین مجالس کے املائے حدیث پر مشتمل ہے۔جس کی تحقیق و تخریج ڈاکٹر اعظمیؒ نے کی ہے۔تاکہ حدیث رسول کے طلبہ اس سے استفادہ کر سکیں۔تیسری صدی ہجری کے اواخر میں حدیث نگاری کا یہ جدید طریقہ رائج ہوا جسے "امالی نویسی" کے نام سے پہچانا جانے لگا۔[20] ڈاکٹر عظمیؒ نے ابن مردویہؒ کی "ثلاثۃ امالی" جو کہ تین مجالس پر مشتمل تھی اس پر تحقیقی کام کیا۔ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب کے شروع میں قیمتی اور مفید مقدمہ بھی تحریر کیا ہے۔ڈاکٹر صاحب نے کئی ایک مضامین بھی لکھے جو مختلف رسائل و جرائد میں طبع ہوئے۔جامعہ اسلامیہ کے مجلہ میں شائع ہوئے اجمالا ان کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔

References

[1] Al-Ṭalāq 65: 4.

[2] Imām Idrīs Shāfi, Kitāb al-Risālah (Karachi: Kitāb Qurān Maḥal, 1968 AD), 1: 34.

[3] Muhammad Ẓiyā al-Raḥmān A'ẓmī, Abū Hurerah Fī ẓau Marwiyāthī (Madina: Maktbah al-Ghrubā al-Athriyah, 1418AH), 2: 4.

[4] Al-Naḥal16: 44.

[5] A'ẓmī, Abū Hurerah Fī ẓau Marwiyāthī, 7.

[6] A'ẓmī, Abū Hurerah Fī ẓau Marwiyāthī,9.

[7] A'ẓmī, Abū Hurerah Fī ẓau Marwiyāthī,76.

[8] Dr. Muhammad Ẓiyā al-Raḥmān A'ẓmī, Aqẓiyt al-Rasūl (Lahore: Mu'ārf-Islāmī, 1987 AD), 17, 18.

[9] A'ẓmī, Aqẓiyt al-Rasūl, 20.

[10] A'ẓmī, Al-Ad'yah al-Mukhtārah, 1.

[11] A'ẓmī, Juz Fī Ṣalāt al-Tarāwīḥ, 4.

[12] Imām Abī Bakar Ibn Ḥusain Beḥqī, Sunan al-Kubrā (Lahore: Maktbah Raḥmāniya, 2014AD), 1: 44.

[13] Behqī, Sunan al-Kubrā, 1: 44.

[14] Dr. Muhammad Ẓiyā al-Raḥmān A'ẓmī, Al-Madkhal Ilā al-Sunan al-Kubrā (Beirūt: Dār ibn-e-Ḥazam), 5-15.

[15] Muhammd Ḥayāt al-Sudī, Fath al-Ghufūr Fī Waḍ' al-Aydī 'Alā al-Ṣudūr (Madina: Maktbah al-Ghurbā, 1439 AH), 4-7.

[16] Al-Sudī, Fath al-Ghufūr Fī Waḍ' al-Aydī 'Alā al-Ṣudūr, 78.

[17] Al-Sudī, Fath al-Ghufūr Fī Waḍ' al-Aydī 'Alā al-Ṣudūr, 92.

[18] Ḥāfiz Abū Bakar Aḥmad Ibn Mūsā Ibn-e-Mardūdiyah, Thalāthah Majālish Min Imālī (Al-Amārāt al-'Arbiyah: Dār al-'ūlūm al-Ḥadīth, 1990AD), 17.

[19] Ibn-e-Mardūdiyah, Thalāthah Majālish Min Imālī, 95-98.

[20] Ibn-e-Mardūdiyah, Thalāthah Majālish Min Imālī, 17.